بفیضِ روحانی۔ تاجدارِ اہلسنت شہزادۂ اعلیحضرت سرکارِ حضور مفتیٔ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مسمّٰی بنام تاریخی مُشعرِ سالِ تصنیف

تجانبُ اھل السنۃ عن اھل الفتنۃ

ملقّب بلقبِ تاریخی مُشعرِ سالِ تکمیل

اجتنابُ اھل السُّنۃ عن اھل الفتنۃ

۱۳ ھ ۶۱

تصنیف لطیف

ناصرِ سنیت کاسرِ لامذہبیت مناظرِ اہلسُنت حضرت علامہ مولانا مفتی
محمد طیّب صاحب صدیقی قادری برکاتی داناپوری علیہ الرحمۃ والرضوان

ناشر

مدرسہ گلشن رضا۔ کولمبی۔ ضلع ناندیڑ (مہاراشٹر)

نام کتاب تجانب اہل السنۃ عن اہلِ الفتنۃ
ملقب بلقب تاریخی اجتناب اہل السنۃ عن اہل الفتنۃ
مصنّف ناصر سنیت کاسرِ لا مذہبیت فاضل نوجوان مولانا ابوالطاہر محمد طیّب صاحب صدیقی قادری برکاتی دانا پوری علیہ الرحمۃ والرضوان
بسعی جمیل عبدالقدیر قادری رضوی اورنگ آبادی مدرسہ گلشن رضا کولمبی، ضلع ناندیڑ۔ مہاراشٹر۔
پروف ریڈنگ۔ حضرت مولانا محمد اسلم صاحب صدیقی اور حضرت مولانا محمد اسلام صاحب مصباحی استاذ ادارہ ہٰذا۔
ناشر مدرسہ گلشن رضا کولمبی۔ ضلع ناندیڑ۔ مہاراشٹر۔
طبع چہارم ماہ صفر ۱۴۲۸ھ مطابق مارچ ۲۰۰۷ء
تعداد ایک ہزار
کتابت نیاز احمد نوری ہرکشنوی ثم اترولوی

ملنے کے پتے

۱۔ کتب خانہ امجدیہ ۴۲۵ مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶
۲۔ فاروقیہ بک ڈپو ۴۲۲ 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۳۔ رضوی کتاب گھر ۴۲۳ 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۴۔ مکتبہ نعیمیہ ۴۲۲ 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۵۔ قادری کتاب گھر۔ اسلامیہ مارکیٹ بریلی شریف یوپی۔
۶۔ اپنانوری بکڈپو نزد الجامعۃ الغوثیہ اترولہ۔ ضلع بلرام پور۔ یوپی۔

٣

۸۶
۹۲

عرضِ ناشر

یہ کتاب تلمیذ رشید حضور شیر بیشۂ اہل سنت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد طیب صاحب قبلہ صدیقی قادری برکاتی دانا پوری علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصنیف لطیف ہے جس میں یہ مبارک فتویٰ نافع تقویٰ، دافع بلویٰ، قاطع طغویٰ مسلمان کہلانے والوں میں جو لوگ نجدیت، وہابیت، دیوبندیت رافضیت، قادیانیت، چکڑالویت ونیچریت، آغاخانیت، احراریت لیگیت وخاکساریت، بہائیت، کرشنیت وصلح کلیت وغیرہا کفری بیماریوں میں مبتلا ہو گئے ہیں ان کو قرآنی ایمانی نسخۂ شفا دینے والا بیمار دلوں اور مریض روحوں کو وننزل من القرآن ما ھو شفاء کی بقینی طور پر صحت بخشنے والی دوائیں پلانے والا، جن بندگانِ خدا نے اس کی تعلیم فرمائی ان کی تدابیر حفظانِ صحت پر بتوفیقہ تعالیٰ جو عمل کریں ان کو قطعی طور پر ان کفری بیماریوں سے کامل نجات دلانے والا مسلمانانِ اہلسنت کو امراض کفریہ سے بعونہٖ تعالیٰ ثم بعون حبیبہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم بچانے والا عظیم شاہکار تجانب اھل السنۃ عن اہل الفتنۃ جس پر مظہر اعلیٰ حضرت سلطان المناظرین حضرت علامہ شاہ محمد حشمت علی خاں قادری برکاتی رضوی پیلی بھیتی ودیگر اکابر اہلسنت کی تصدیقات ثبت ہیں۔

راقم کے علم کے مطابق پہلی بار یہ کتاب مصنف علیہ الرحمۃ کی زندگی میں طبع ہوئی۔ تقریباً عرصہ ۲۵/۳۰ سال کے بعد ۲۳ صفر ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۵ ستمبر ۱۹۸۹ء محترم جناب شفیق احمد بھائی حشمتی نے ۱۰۱/۱۲۲ کرنیل گنج کانپور سے شائع کروایا۔ پھر ۸/۹ سال کے بعد ذی القعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۴ مارچ ۱۹۹۸ء میں الحاج احمد عمر ڈوسا صاحب حشمتی مرحوم ممبئی نے ماہنامہ سنی آواز ناگپور کی جانب سے شائع کروا کر تقسیم فرمایا۔ اب ادھر یکے بعد دیگرے اکابر اہلسنت کے رخصت ہو جانے کے بعد فرقہائے باطلہ بالخصوص نجدیہ، وہابیہ، غیر مقلدیہ تبلیغیہ، مودودیہ، ندویہ اور صلح کلیہ وغیرہم پوری قوت کے ساتھ میدان میں آکر سادہ لوح مسلمانوں کو دامِ تزویر میں پھانس رہے ہیں اور ان کا دین و ایمان لوٹ رہے ہیں اور اہلسنت وجماعت کی مساجد اور مدارس و مکاتب پر قبضہ جما کر نجدیت، وہابیت اور دیوبندیت کے سبق پڑھا رہے ہیں ایسے نازک زمانے میں ان فرقہائے باطلہ کی قلعی کھولنے کے لیے تاج الشریعہ حضرت علامہ شاہ مفتی اختر رضا خاں صاحب قبلہ قادری ازہری مدظلہ العالی کے مشورے کے بعد چوتھی بار بحمدہٖ تعالیٰ فقیر قادری صوبۂ مہاراشٹر کے مشہور ادارہ مدرسہ گلشن رضا کولمبی ناندیڑ کی جانب سے عمدہ کتابتِ جدید سے مزین کر کے منظر عام پر لا رہا ہے

مولائے کریم اس دینی خدمت کو قبول فرمائے اور ادارہ ہٰذا کو روز افزوں ترقی بخشے اور زیادہ سے زیادہ دین حق یعنی مسلک اعلیحضرت

کی ترویج واشاعت میں حصہ لینے کی توفیق مرحمت فرمائے اور جملہ معاونین کو اجر جزیل اور جزائے جمیل سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔
بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

فقیر عبدالصمد قادری رضوی مدرسہ گلشن رضا کولمبو
۱۱ر رجب المرجب ۱۴۲۷ھ مطابق ۷ر اگست ۲۰۰۶ء
دوشنبہ مبارکہ۔

ڈاکٹر محمد اقبال کے متعلق شرعی حکم

یہ کتاب آج سے تقریباً ۶۶ر سال قبل کی تصنیف ہے۔ حضرت مصنف کتاب علیہ الرحمۃ نے ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کے خلافِ شرع اشعار واحوال کے مطابق حکم لگایا تھا۔ مگر راقم نے ربیع النور ۱۴۰۱ھ میں رضوی دارالافتاء بریلی شریف میں اقبال کے خلاف شرع شعر کا ایک مصرعہ "میسح وخضر سے اونچا مقام ہے تیرا" لکھ کر حکم شرعی معلوم کیا تو حضرت مولانا محمد اعظم صاحب مفتی رضوی دارالافتاء بریلی شریف نے مصرعہ مذکورہ بالا کو کفری قول قرار دیا اور قائل کے بارے میں تحریر کیا۔ میں نے حضور مفتیٔ اعظم ہند (حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی) سے ڈاکٹر اقبال کے بارے میں دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا۔ بیشک اقبال سے خلافِ شرع امور کا صدور ہوا ہے۔ کفریات تک اس سے صادر ہوئے ہیں۔ مگر وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخ وبے ادب نہیں تھا۔ بے شک اس سے اس کی جہالت کی بناپر کفر تک پہونچانے والی غلطیاں ہوئی ہیں۔ مگر آخری وقت میں

مرنے سے پہلے اس کی توبہ بھی مشہور ہے۔ اور حضرت نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخ نہیں ہوتا اس کو توبہ کی توفیق ملتی ہے۔ اس کے بعد حضرت نے اقبال کا یہ شعر پڑھا

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

حضرت یہ شعر پڑھ کر آبدیدہ ہو گئے اور فرمانے لگے کہ اس شعر سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اقبال کی محبت ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا اقبال کے بارے میں توقف چاہیئے اور حضرت کا یہ فرمان اِس وقت کی ناسازیٔ طبع سے ۱۵/۱۶ سال پہلے کا ہے۔ حضرت کے اسی فرمان پر میرا عمل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد اعظم غفرلہ خادم دارالافتاء بریلی شریف

فتویٰ نمبر $\frac{3346}{15}$ دستخط سرکار مفتیٔ اعظم ہند فقیر مصطفےٰ رضا غفرلہ

۱۹ رجب ۱۴۰۱ھ

حضرات قارئین کو اس فتویٰ کے پیش نظر آگاہ کیا جاتا ہے کہ ڈاکٹر اقبال صاحب کے بارے میں توقف و سکوت سے کام لیں لیکن ان کے وہ اشعار جو شریعت مقدسہ کے خلاف ہیں ان سے قطعی پرہیز کریں۔ انہیں سند بنا کر ہرگز پیش نہ کریں۔ ہدایت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور آپ کو ہر طرح کی گمراہیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوٰۃ والتسلیم۔

فقیر عبدالصمد قادری رضوی نوری اورنگ آبادی

۱۱ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ دو شنبہ مبارکہ

ایک لفظ کہیں۔ اور اگر وہ احقاقِ حق و ابطالِ باطل کریں گے تو قسطنطنیہ کے نصاریٰ کی طرح مٹا دیئے جائیں گے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

الحمد لوجہ اللہ تعالیٰ کہ مہرِ نیم روز کی طرح واضح ولائح ہوگیا کہ ہمارے پیشوایانِ دین اہلسنت علمائے ربانیین کے فتاویٰ مبارکہ پر عمل کرنا ہی بفضلہ تعالیٰ ہماری صلاحِ دنیا و فلاحِ عقبیٰ کا سچا ذریعہ ہے۔ اور ان صلح کلی و نیچری لیڈروں کا مقصد سیاست کے پردے میں بے دینی و دہریت پھیلانا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

ان صلح کلی لیڈروں میں اعظم گڈھ کے مولوی شبلی اور الطاف حسین حالی اور زمانۂ حال کے مشہور شاعر ڈاکٹر اقبال[1] بہت نمایاں ہستی رکھتے ہیں۔ ان کی صلح کلیت اپنی حد سے گزر کر شدید نیچریت و دہریت تک پہنچی ہوئی ہے۔ انھوں نے اپنے مضامین نظم و نثر کے ذریعے سے نیچریت کا زبردست پرچار کیا ہے۔ شبلی اعظم گڈھی کی نیچریت و دہریت اس کی کتابوں سیرت النبی و الفاروق و سیرت النعمان میں اپنے زندیقی کرشموں کی بہار اور الحادی جوش و خروش کی ابھار دکھارہی ہے۔ اس کی اگر پوری تفصیل کی جائے تو ایک دفتر بسیط لکھنے میں آئے۔ یہاں مختصراً گزارش ہے کہ شبلی اعظم گڈھی نے ایک مثنوی "صبح امید" لکھی جو نیچریوں کے دار المصنفین نے مسعود علی ندوی کے اہتمام سے معارف پریس اعظم گڈھ میں کلیات شبلی اردو کے صفحۂ اول سے صفحہ ۲۳ تک شائع کی۔ اسی کے چند اشعار ہم بطور نمونہ پیش کرکے سنی مسلمانوں کے ایمانی قلوب سے ایک نظر انصاف کے طالب۔ وتوفیق الھدایۃ والاجتناب عن الغوایۃ من اللہ الکریم الوھّاب۔

---

[1] ڈاکٹر اقبال سے متعلق شرعی حکم عرضِ ناشر کے ص ۶/۵ پر ملاحظہ کریں

شیر مردوں سے ہوا بیشۂ تحقیق تہی　　رہ گئے صوفی و مُلّا کے غلام اے ساقی

بالجملہ جو شخص سائنس کے وسوسات کاذبہ وہوسات عاطلہ پر آنکھ بند کر کے ایمان لے آئے اور ان پر بھروسہ کر کے ارشادات الٰہیہ کو جھٹلائے وہ بحکم شریعت مُطہّرہ یقیناً بے ایمان و بے دین ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم مسٹر حالی کے اس مسدّس میں بیسیوں کفریات کے انبار ہیں۔ اور ہزاروں ضلالت کے طومار　وفیہا ذکرنا کفایۃ لاولی الالباب والانظار والعیاذ باللہ الواحد القہار۔

اسی طرح فلسفی نیچریت ڈاکٹر[1] اقبال صاحب نے اپنی فارسی اور اردو نظموں میں دہریت اور الحاد کا زبردست پروپیگنڈہ کیا ہے۔ کہیں اللہ عزّ وجل پر اعتراضات کی بھرمار ہے کہیں علمائے شریعت وائمۂ طریقت پر حملوں کی بوچھار ہے۔ کہیں سیدنا جبریل امین و سیدنا موسیٰ کلیم اللہ و سیدنا عیسیٰ مسیح علیہم الصّلاۃ والسّلام کی تنقیصوں توہینوں کا انبار ہے۔ کہیں شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا وآلہ الصّلاۃ والتحیہ واحکام مذہبیہ وعقائد اسلامیہ پر تمسخر واستہزاء وانکار ہے کہیں اپنی زندیقیت وبے دینی کا فخر ومباہات کے ساتھ کھلا ہوا اقرار ہے۔ عوام اہل اسلام کی آسانی فہم کے لئے ہم اس وقت ڈاکٹر صاحب کے اردو کلام کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔ اپنی کتاب ,,بال جبریل" کے صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں۔ ے

تیرے شیشے میں مے باقی نہیں ہے　　بتا کیا تو مرا ساقی نہیں ہے!!

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم!　　بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے!

اللہ اکبر! حضرت رب العزت جواد کریم ذوالفضل العظیم جل جلالہٗ کو بخیل بتایا جائے اس کے رزاق نہ ہونے کا گیت گایا جائے اور اسی گستاخی و بے باکی کو کمال شاعری

[1] ڈاکٹر اقبال سے متعلق شرعی حکم عرض ناشر کے ص ۵-۶ پر ملاحظہ کریں

ٹھہرایا جائے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ پھر صفحہ ۷ پر فرماتے ہیں۔ ؎

اگر ہنگامہ ہائے شوق سے ہے لامکاں خالی
خطا کس کی ہے یا رب! لامکاں تیرا ہے یا میرا

ڈاکٹر صاحب اس شعر میں حضرت احد صمد جل جلالہٗ سے کہہ رہے ہیں کہ اے رب! اگر لامکاں شوق کے ہنگاموں سے خالی ہوتا تو بے شک میری خطا ہوتی مگر لامکاں تو تیرا ہی ہے تو یہ تیری ہی خطا تو ہے۔ العظمۃ للہ!

حضرت قدوس سبوح جل جلالہٗ کو خطا کار کہا جائے اور پھر اسی کو حقیقت کی ترجمانی کہا جائے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ پھر اسی صفحہ پر کہتے ہیں۔

اسے صبح ازل انکار کی جرأت ہوئی کیوں کر!
مجھے معلوم کیا وہ راز داں تیرا ہے یا میرا۔

اس شعر میں ڈاکٹر صاحب اللہ تبارک وتعالیٰ سے کہہ رہے ہیں کہ ابلیس کو تیرے حکم پر عمل کرنے سے انکار کرنے کی جرأت کیوں کر ہوئی۔ یہ مجھے کیا معلوم! آخر وہ تیرا ہی تو راز دار ہے۔ میرا راز دار تو ہے نہیں میں کیا جانوں کہ ابلیس کو تیرا کون سا ایسا راز معلوم ہو گیا جس کی بنا پر وہ تیرا حکم بجا لانے سے انکار کی جرأت کر بیٹھا۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ اندازِ گفتگو ایسا ہی ہے جیسے کسی کے خفیہ عیب در پردہ بیان کئے جاتے ہیں جس طرح غالب خود اپنی ذات کو مخاطب کر کے کہتے ہیں ؎

بے خودی بے سبب نہیں غالب۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اسی طرح ڈاکٹر صاحب پردے پردے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کو کھری کھری

۱؎ ہے تو یہ خطا کس کی ہے اگر لامکاں میرا ہوتا اور پھر شوق کے ہنگاموں سے خالی ہوتا۔

سُنا رہے ہیں کہ تو ہی نے ابلیس کو اپنے ایسے راز بتا دیئے جن کی بنا پر اسے یہ جرأت وجسارت ہو گئی یعنی ابلیس کی اس جرأت اور ہٹ دھرمی کا سبب اس کی خباثت وملعونیت نہیں بلکہ خود اللہ عزوجل کا راز دار ہونا اس کا سبب ہے۔ نہ تو اسے اپنے خفیہ راز بتاتا نہ ابلیس ایسی جرأت کر سکتا۔ آہ! آہ! آہ! اللہ عزوجل کی بارگاہِ بے نیاز میں ایسی بدگوئی ودشنام بازی۔ مسلمانو! للہ! انصاف یہ ترجمانیٔ حقیقت ہے یا ترجمانیٔ ابلیسیت۔ پھر اسی صفحہ پر فرماتے ہیں۔ ؎

اسی کوکب کی تابانی سے ہے تیرا جہاں روشن

زوالِ آدمِ خاکی زیاں تیرا ہے یا میرا

ڈاکٹر صاحب اس شعر میں اللہ تعالیٰ سے کہہ رہے ہیں کہ یہی خاک کا پتلا انسان وہ ستارہ ہے کہ اسی کی چمک دمک سے تیرا جہان روشن ہے۔ پھر اگر تو اس مٹی سے بنے ہوئے انسان کو مٹا دے گا تو میرا کیا حرج ہے تیرا ہی نقصان ہوگا۔ اللہ اللہ! اس غنی عن العٰلمین جل جلالہٗ کو نقصان سے پاک ومنزہ رہنے میں وجودِ انسانی کا محتاج ٹھہرایا جائے اور واحد قہار جل جلالہٗ کے ساتھ اس گستاخانہ طرزِ گفتگو کو اپنی شاعری کا گل سرسبد بنایا جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پھر صفحہ ۳۲؍ پر فرماتے ہیں۔

یہی آدم ہے سُلطاں بحر وبر کا کہوں کیا ماجرا اس بے بصر کا

نہ خود بیں نے خدا بیں نے جہاں بیں یہی شہ کار ہے تیرے ہُنر کا

ڈاکٹر صاحب ان شعروں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت صنعت پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کیا یہی انسان خشکی وتری کا بادشاہ ہے۔ اس اندھے کا کیا

حال بیان کروں۔ اسے نہ خود اپنی ہستی سجھائی دیتی ہے نہ اسے خدا نظر آتا ہے۔ نہ اسے جہان دکھائی دیتا ہے! کیا یہی تیری صنعت و قدرت کا کامل نمونہ ہے۔ اعوذ باللہ۔ انسان کو اللہ عزوجل کی قدرت و صنعت کا شاہکار بتانا پھر اسی کے عیوب و نقائص بیان کرکے صنع الٰہی و قدرتِ خداوندی پر اعتراض جمانا اور مسلمانوں کے سامنے ترجمان حقیقت بن کر آنا یہ ہے شاعر مشرق کا کمال والعیاذ باللہ ذی العزۃ والجلال۔

پھر اسی صفحہ کے ۳۳ و ۳۴ و ۳۵ پر اللہ تعالیٰ کی جناب میں ایک معترضانہ کلام لکھا جس میں لکھتے ہیں۔ ؎

حاضر ہیں کلیسا میں کباب و مے گلگوں
مسجد میں دھرا کیا ہے بجز موعظہ و پند
احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پازند!
فردوس جو تیرا ہے کسی نے نہیں دیکھا
افرنگ کا ہر قریہ ہے فردوس کی مانند
کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے ابلہ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند!
چپ رہ نہ سکا حضرت یزداں میں بھی اقبال
کرتا کوئی اس بندۂ گستاخ کا منہ بند

ان شعروں میں اللہ عزوجل کو ڈاکٹر صاحب بے نقط سنا رہے ہیں کہتے ہیں کہ گرجا میں تو شراب و کباب حاضر ہیں۔ مسجد میں وعظ و نصیحت کے سوا کیا

دھرا ہے۔ اے اللہ تیرے احکام تو حق ہیں لیکن ہمارے مفسرین نے قرآن عظیم کی تاویلیں کر کر کے اس کو پاژند یعنی پارسیوں کی مذہبی تفسیر بنادیا ہے۔ تیرے فردوس کو تو کسی نے دیکھا ہی نہیں لیکن یوروپ کا ہر ایک گاؤں فردوس ہی کی مانند ہے میں وہی بات کہتا ہوں جسے حق سمجھتا ہوں۔ نہ تو میں مسجد کا بے وقوف ملا ہوں نہ تہذیب کا فرزند ہوں۔ یہ اعتراضات ہیں جو ڈاکٹر صاحب نے حضرت حق سبحنہ، وتعالیٰ کی بارگاہ بے نیاز پر جڑے ہیں۔ یہ استہزاءات و تمسخرات ہیں جو اقبال صاحب نے اللہ رب العزت جل جلالہ، سے کئے ہیں مقطع میں اس امر کا کھلم کھلا اقرار بھی کر لیا کہ شاعر مشرق صاحب اللہ عزوجل کی جناب میں گستاخیاں ضرور کرتے ہیں کاش یہ گستاخی کا اقرار ندامت و شرمندگی کے ساتھ اور آئندہ اس گستاخی سے رجوع کے قطعی ارادے کے ساتھ ہوتا تو یہی اقرار توبہ ہو سکتا تھا۔ مگر ترجمان حقیقت صاحب اپنی ان گستاخیوں اور دریدہ دہنیوں پر فخر فرمارہے ہیں۔ ان کو اپنے جرأت و بہادری و حق گوئی و سخن سنجی کا کمال بتارہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون

پھر اسی کے صفحہ ۱۵۹ پر لکھتے ہیں ؎

میں بھی حاضر تھا وہاں ضبط سخن کر نہ سکا!
حق سے جب حضرت ملا کو ملا حکم بہشت
عرض کی میں نے الٰہی مری تقصیر معاف
خوش نہ آئیں گے اسے حور و شراب و لب کشت
نہیں فردوس مقام جدل و قال و اقول
بحث و تکرار اس اللہ کے بندے کی سرشت
ہے بد آموزی اقوام و ملل کام اس کا!

اور جنّت میں نہ مسجد نہ کلیسا نہ کنشت

اس نظم میں ڈاکٹر صاحب نے علمائے شریعت پر پھبتیاں اڑائی ہیں۔ اگرچہ مسلمانوں کو ڈاکٹر صاحب سے اس کی شکایت نہ ہونی چاہئے۔ کہ جب وہ خود اللہ عزّوجل کی بارگاہ میں بکمالِ جرأت و جسارت گستاخیاں بے ادبیاں کرتے رہتے ہیں تو حضرت مُلّاے بے چارے کس شمار و قطار میں ہیں۔ مگر کہنا تو یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے علمائے شریعت کے تین عیوب گنائے۔ بحث مجادلہ ۲ قال و اقول ۳ قوموں اور ملتوں کے درمیان دوستی و محبت نہ ہونے دینا۔ اب مسلمانانِ اہلسنّت قرآنِ عظیم کی روشنی میں اِن باتوں کے احکام دیکھیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے ادع الیٰ سبیل ربك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن ان ربك ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین ۝ یعنی اپنے رب کی طرف بلاؤ پکّی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقے پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے۔ جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے راہ والوں کو۔ (ترجمۂ رضویہ)

اور اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے۔ یاایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا اٰباء کم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولٰئك ھم الظٰلمون ۝ یعنی اے ایمان والو اپنے باپ اور بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر کو پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالموں میں ہے۔ (ترجمۂ رضویہ)

اور اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔ یاایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم والکفار
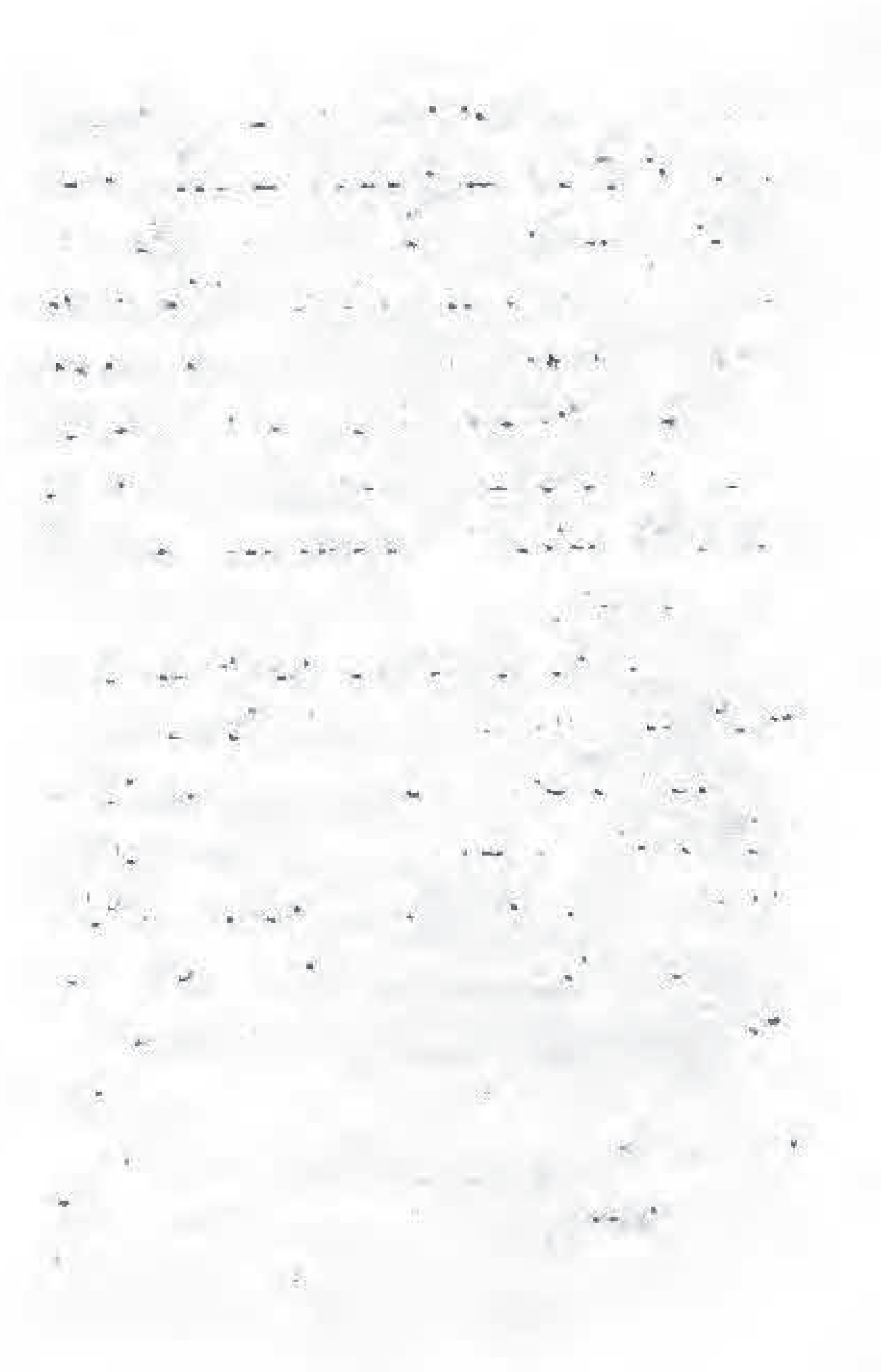
مستحق ہی نہیں سمجھتے۔ تو اگرچہ ڈاکٹر صاحب کے یہ اعتراضات بظاہر تو حضرت مُلا پر ہیں لیکن درحقیقت خود حضرتِ اللہ پر ہیں جل جلالہ۔ ہم اپنے رسالہ مسمّٰی بنامِ تاریخی قہر القادر علی الکفار اللیاڈر میں بیان کر چکے کہ نیچری لیڈر نیچری مسٹر نیچری ریفارمر نیچری اسپیکر نیچری ایڈیٹر اگرچہ اللہ تعالیٰ ہی پر بے پردہ حملے کرنا چاہتے ہیں لیکن دین دار مسلمانانِ اہلسنت کے یکلخت متنفر و مخالف و بیزار ہو جانے کا خیال ان کو لرزا دیتا ہے۔ کپکپا دیتا ہے۔ اس لئے وہ بے چارے مُلا کو مُرا سُنا لیتے ہیں۔ اور اسی طرح غیظ و غضب کی آگ بجھا لیتے ہیں۔ اس نظم میں ڈاکٹر صاحب نے بھی یہی وتیرہ اختیار کیا ہے۔ فالی اللہ المشتکیٰ۔

ڈاکٹر صاحب کے قلب میں ابلیس کی بھی بہت عزت و عظمت معلوم ہوتی ہے جس کا جا بجا اظہار ہو رہا ہے۔ اسی "بالِ جبریل" کے صفحہ ۱۹۲ سے صفحہ ۱۹۴ تک حضرت جبریلِ امین علیہ الصلاۃ والسلام کا ابلیس ملعون سے ایک مکالمہ گڑھا جس میں ابلیس کو ایسے راز سے سرمست بتایا جس سے جبریل علیہ الصلاۃ والسلام بھی واقف نہیں۔ چنانچہ ابلیس کی زبان سے فرماتے ہیں ؎

آہ اے جبریل تو اس راز سے واقف نہیں!
کر گیا سرمست مجھ کو توڑ کر میرا سبو

پھر ابلیس ہی کی زبان سے ابلیسی جرأت اور ابلیسی بہادری کے خطبے پڑھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

خضر بھی بے دست و پا الیاس بھی بے دست و پا
میرے طوفاں یم بہ یم دریا بہ دریا جو بہ جو!

یعنی ڈاکٹر صاحب کی زبان پر ابلیس بول رہا ہے کہ ہر ہر سمندر ہر ہر دریا ہر ہر نہر

آ آڑ بنا کر جس قدر گالیاں بدگویاں اللہ عزوجل کو سنانا چاہتے ہیں غریب مُلا کو

میں میرے ایسے زبردست طوفان ہیں جن کے مقابلے میں اللہ عزوجل کے عظمت والے رسول الیاس اور خضر علیہما الصلاۃ والسلام بھی بے دست و پا یعنی عاجز و مجبور ہیں۔
آخر میں ترجمان حقیقت صاحب اس طرح ابلیس کی ترجمانی فرماتے ہیں۔ ؎

میں کھٹکتا ہوں دلِ یزداں میں کانٹے کی طرح
تو فقط اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو!!

یعنی اے جبریل تو فقط اللہ ہو اللہ ہو کرتا رہتا ہے مگر میری جرات و بہادری کا تو یہ عالم ہے کہ خود اللہ تعالیٰ کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہوں۔ الکبریاءُ للہ۔ اللہ عزوجل قدوس و سبوح کے لیے دل اور پھر اس میں کانٹے کی طرح ابلیس کا کھٹکتا رہنا یہ ہے ڈاکٹر صاحب کی ترجمانی حقیقت۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔
یہ تو چند نمونے ڈاکٹر صاحب کی مایۂ ناز کتاب "بالِ جبریل" سے پیش کئے ہیں۔
اب ذرا ڈاکٹر صاحب کی "بانگ درا" سے بھی مختصراً سن لیجئے۔ ڈاکٹر صاحب اپنی کتاب "بانگ درا" مطبوعہ کریمی پریس لاہور کے صفحہ ۸۲ پر لکھتے ہیں ؎

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کے یہ گلستاں ہمارا

مسلمان عظمتِ الٰہی کا فدائی مسلمان عزتِ مصطفائی کا شیدائی مسلمان تو حرمین طیبین مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کو سارے جہان سے اچھا کہے گا۔ لیکن ڈاکٹر صاحب اپنے ہندوستان ہی کو سارے جہان سے اچھا بتا رہے ہیں۔ پھر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں ؎

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

ڈاکٹر صاحب کا مذہب تو ہندوستان کے رہنے والوں کو آپس میں بیر رکھنا
ہیں سکھاتا۔ لیکن اللہ عزّ وجل کا نازل فرمایا ہوا حضور اقدس سیّدنا محمد رسول
ند صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا لایا ہوا مقدس دین اسلام مسلمانوں کو ہر
ے کافر و مشرک و مرتد و منافق سے خواہ وہ ان کے کیسے ہی آپس کا ہو ضرور
بی و مذہبی بیر رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ تین آیاتِ کریمہ ہم ابھی تلاوت کر چکے۔ ایک
ر آیتِ مبارکہ میں اللہ واحد قہار جل جلالہٗ فرماتا ہے۔ قد کانت لکم اسوۃ
سنۃ فی ابراھیم والذین معہ اذ قالوا لقومھم انا برءٰؤا منکم
مما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم و بدا بیننا و بینکم العداوۃ
لبغضاء ابدًا حتی تؤمنوا باللہ وحدہٗ۔ یعنی بے شک تمہارے لئے
ا پیروی تھی ابراہیم اور اس کے ساتھ والوں میں جب انھوں نے اپنی قوم سے
بے شک ہم بیزار ہیں تم سے اور ان سے جنھیں اللہ کے سوا پوجتے ہو ہم تمہارے
ر ہوئے اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت ظاہر ہو چکی ہمیشہ کے لیے جب
ـ تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ (ترجمہ رضویہ)

ڈاکٹر صاحب کا مذہب تو آپس میں بیر رکھنے سے منع کرتا ہے لیکن خدا
ول جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا پیارا دینِ اسلام تو باپ بھائی
بیٹے بیوی رشتہ دار سے بھی جب کہ وہ کافر یا مشرک یا مرتد یا منافق ہو مسلمان کو
ا ایمانی بیر رکھنے کا حکم دے رہا ہے۔ مسلمانانِ اہلسنّت خود ہی انصاف کر لیں
ٹر صاحب کے مذہب کو سچے دینِ اسلام کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ پھر اسی
ـ درا کے صفحہ ۱۷۷ سے صفحہ ۱۸۷ تک اللہ عزّ وجل کی بارگاہِ بے نیاز میں شکوہ
س میں جا بجا اللہ تعالیٰ پر مسلمانوں کے احسان جتائے۔ اللہ عزّ وجل پر اعتراضات

بھی کئے اُسے ہرجائی بھی کہا۔ یہ بھی کہہ دیا کہ ہم وفادار نہیں تو بھی تو دلدار نہیں۔ یہ بھی کہہ دیا کہ ؎

خندہ زن کفر ہے احساس تجھے ہے کہ نہیں
اپنی توحید کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں
آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر
اب انھیں ڈھونڈ چراغِ رُخِ زیبا لے کر
آج کیوں سینے ہمارے شرر آباد نہیں
ہم وہی سوختہ ساماں ہیں تجھے یاد نہیں!

اسی شکوے میں صفحہ ۱۸۲ پر لکھا ؎

قہر تو یہ ہے کہ کافر کو ملیں حور و قصور
اور بے چارے مسلماں کو فقط وعدۂ حور

یعنی اے اللہ! یہ کیا غضب ہے کہ کافر کو تو حورِ جنّت اور قصورِ جنت سب کچھ ملتے ہیں۔ اور مسلمان بے چارے کو حوروں کا صرف وعدہ ہی دیا جاتا ہے۔ پھر صفحہ ۲۲۰ سے صفحہ ۲۳۲ تک جوابِ شکوہ گڑھا۔ یعنی ڈاکٹر صاحب کے شکوے کا اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ جواب دیا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ پھر اسی میں صفحہ ۲۲۴ پر اللہ عزّ وجل کی طرف سے اس اعتراض کا بھی جواب گڑھا ہے۔ ؎

کیا کہا بہرِ مسلماں ہے فقط وعدۂ حور!
شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور
عدل ہے فاطرِ ہستی کا ازل سے دستور!!
مسلم آئین ہوا کافر تو ملے حور و قصور

تم میں حوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں
جلوۂ طور تو موجود ہے موسٰی ہی نہیں!

اس بند میں ڈاکٹر صاحب نے صاف صاف کہہ دیا کہ مسلمان کو حور دیئے جانے کا وعدہ ضرور دیا گیا تھا لیکن حوروں کے نہ ملنے کی بے جا شکایت نادانی پر مبنی ہے۔ عدل و انصاف ہمیشہ سے خالق کائنات جل جلالہ کا قانون ہے۔ مسلمانوں کے آئین و قوانین کو کافروں نے اختیار کر لیا تو انھیں حور و قصور مل گئے۔ مسلمانوں کو یہ حور و قصور کیوں کر ملیں۔ ان میں کوئی حوروں کا چاہنے والا ہی نہیں یعنی یہ یورپین لیڈیاں پارسی مسیں یہودیوں کی لڑکیاں۔ عیسائی انڈمین جن سے میل ملاقات کر کے آج کل کے نوجوان آزادی پسند لوگ عیش و عشرت کے گلچھرے اڑاتے ہیں یہی وہ حوران جنّت ہیں جن کا وعدہ مسلمانوں سے کیا گیا تھا۔ اور آج کل کی یہ بلڈنگیں کوٹھیاں یہ ہوٹل اور بنگلے جن میں یورپ والے راحت و آرام کرتے ہیں یہی وہ جنت کے محل اور فردوس کے قصور ہیں۔ جن کا وعدہ مسلمانوں کو دیا گیا تھا۔ کافر لوگ چونکہ آئین اسلامی پر عامل ہیں اس لئے انھوں نے ان حوروں قصور کو حاصل کر لیا اور مسلمان چونکہ سب کے سب کافر ہیں اسی لیے وہ ان حور و قصور سے محروم ہیں۔ آہ آہ اے سنی مسلمانو! سنی مسلمان بھائیو! بنگاہِ ایمان و بنظرِ انصاف ملاحظہ فرمائیے یہ وہی کفری ملعون مضمون ہے جو مرتد اعظم عنایت اللہ مشرقی کی ناپاک کتاب کفرمآب "تذکرہ" ملعونہ کا موضوع ہے۔ مرتد مشرقی بھی اس دنیا کے عیش و آرام کو جو آج کفار و مشرکین و دہریین کو حاصل ہے جنت بتاتا ہے اور مسلمان جن دنیوی تکلیفوں میں مبتلا ہیں ان کو عذاب جہنم ٹھہراتا ہے اور اسی لئے وہ یورپ کے کافروں ہندوستان

کے مشرکوں کے مسلمان ہونے کا نجس گیت گاتا ہے۔ دنیا بھر کے سب مسلمانوں کو کافر بے دین بناتا ہے۔ چنانچہ اپنے تذکرۂ ملعونہ کے افتتاحیہ عربیہ کے صفحہ ۱۰۸ اور ۱۰۹ پر لکھتا ہے۔ واما قولہ زوجنھم بحور عین فی الآیات فما عنی اللّٰہ بھذا شیئا الا ازواجا مطھرۃ حسناء الوجہ بیضاء الجلد التی زوج المسلمون من بعد تمکینھم فی الارض۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو آیتوں میں یہ فرمایا کہ ہم نے جنتیوں کو حورِ عین سے بیاہ دیا۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے ان صاف ستھری عورتوں کے سوا کچھ اور مراد نہیں لیا۔ جو خوبصورت چہرے سفید جلد والی تھیں۔ جن سے مسلمانوں نے زمین پر قبضہ کر لینے کے بعد بیاہ کر لیا۔ بہرحال جن حور فردوس و قصورِ جنت کا اللہ عزّ وجل نے اپنے ایمان والے بندوں سے وعدہ فرمایا ہے ان سے صرف یہی دنیوی نازنینیں اور بلڈنگیں مراد لینا ضروریات دین کا کھلا ہوا انکار ہے اور صریح کفر آشکار۔ والعیاذ باللہ العزیز الغفار۔

ہماری اس مختصر تقریر سے واضح ہو گیا کہ ڈاکٹر صاحب کے فلسفے کی حقیقت صوفی و ملا پر پھبتیاں اڑانا اللہ عزّ وجل کو کھری کھری بے نقط سنانا حورِ فردوس و قصورِ جنت کے معانی ضروریۂ دینیہ سے انکار کر کے یورپ کی لیڈیاں یورپین طرز کی کوٹھیاں ان کی مراد بتانا ابلیس کی عظمت کے گیت اور وہ

گو فکرِ خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادیٔ افکار ہے ابلیس کی ایجاد

کے ترانے گانا غرض کھل کر زندیق ہو جانا ہے۔ اب ہم یہ بھی بتا دیں کہ ڈاکٹر اقبال صاحب کو یہ فلسفہ کس کی شاگردی کی بدولت حاصل ہوا۔ چنانچہ ان کے رفیقِ یورپ شیخ عبد القادر صاحب بیرسٹرایٹ لا سابق مدیر مخزن ان کی

کتاب "بانگ درا"، کے دیباچے کے صفحہ ح پر لکھتے ہیں۔

بی اے کے لئے شیخ محمد اقبال کو لاہور آنا پڑا۔ انھیں علم فلسفہ کے تحصیل کا شوق تھا۔ اور انھیں لاہور کے اساتذہ میں ایک نہایت شفیق استاد ملا جس نے فلسفے کے ساتھ ان کی مناسبت دیکھ کر انھیں خاص توجہ سے پڑھانا شروع کیا۔ پروفیسر آرنلڈ صاحب جو اب سر ٹامس آرنلڈ ہو گئے ہیں اور انگلستان میں مقیم ہیں۔ غیر معمولی قابلیت کے شخص ہیں۔ قوتِ تحریر ان کی بہت اچھی ہے۔ اور وہ علمی جستجو اور تلاش کے طرزِ جدید سے خوب واقف ہیں۔ انھوں نے چاہا کہ اپنے شاگرد کو اپنے مذاق اور طرزِ عمل سے حصہ دیں اور وہ اس میں بہت کچھ کامیاب ہوئے۔ پہلے انھوں نے علی گڑھ کالج کی پروفیسری کے زمانے میں اپنے دوست مولانا شبلی مرحوم کے مذاقِ علمی کے پختہ کرنے میں کامیابی حاصل کی تھی۔ اب انھیں یہاں ایک درِ جوہر قابل نظر آیا جس کے چمکانے کی آرزو ان کے دل میں پیدا ہوئی۔ اور جو دوستی اور محبت استاد اور شاگرد میں پہلے دن سے پیدا ہوئی وہ آخر میں شاگرد کو استاد کے پیچھے پیچھے انگلستان لے گئی۔ اور وہاں یہ رشتہ اور بھی مضبوط ہو گیا۔ اور آج تک قائم ہے۔ آرنلڈ خوش ہے کہ میری محنت ٹھکانے لگی اور میرا شاگرد علمی دنیا میں میرے لئے بھی باعثِ شہرت افزائی ہوا۔ اور اقبال معترف ہے کہ جس مذاق کی بنیاد سید میر حسن نے ڈالی تھی اور جسے درمیان میں داغ کے غائبانہ تعارف نے بڑھایا تھا اس کے آخری مرحلے آرنلڈ کی شفیقانہ رہبری سے طے ہوئے۔

اس عبارت میں بیرسٹر صاحب نے صاف صاف بتا دیا کہ فلسفۂ نیچریت حاصل کرنے میں شبلی اعظم گڈھی صاحب اور ڈاکٹر اقبال صاحب

دونوں ایک انگریز پروفیسر آرنلڈ کے شاگرد ہیں۔ اس فلسفے
ہے کہ مذہبوں اور دینوں کے اختلاف نے قوموں کو تباہ کر ڈالا
لئے ضروری ہے کہ تمام اقوام عالم کے درمیان اتفاق و اتحاد و
کے لئے سب مذہبوں سارے دینوں کو ایک کر دیا جائے۔ چنا
درا کے صفحہ ۳۸ پر ڈاکٹر صاحب آفتاب سے دعا کرتے ہیں۔ ؎

آنکھ میری اور کے غم میں سرشک آباد ہو
امتیازِ ملت و آئین سے دل آزاد ہو!!

پھر اسی بانگِ درا کے صفحہ ۳۷ پر لکھتے ہیں۔ ؎

اجاڑا ہے تمیزِ ملت و آئین نے قوموں کو!
مرے اہلِ وطن کے دل میں کچھ فکرِ وطن بھی ہے

مسلمانانِ اہلسنت اس پر متعجب نہ ہوں کہ ڈاکٹر صاحب نے آفتاب سے دعا کیوں کر مانگی؟ بات یہ ہے کہ جب ادیان و مذاہب کے باہمی امتیاز ہی کو فلسفۂ نیچریت باطل ٹھہرا چکا۔ تو بت پرستی، تثلیث پرستی، شجر پرستی، ستارہ پرستی، آفتاب پرستی بھی معاذ اللہ حق و درست ہو گئی۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب اسی بانگ درا کے صفحہ ۳۰ و صفحہ ۳۱ پر ہندو دھرم کے مشہور گائتری کے منتر کا ترجمہ کرتے ہوئے آفتاب کے لئے صفاتِ خدائی ثابت کر کے سورج کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ ؎

ہے محفلِ وجود کا ساماں طراز تو!
یزدانِ ساکنانِ نشیب و فراز تو!
ہر چیز کی حیات کا پروردگار تو!

زائیدگانِ نور کا ہے تاجدار تو۔

ملاحظہ ہو ڈاکٹر صاحب نے ان شعروں میں آفتاب کو تمام جہان کی ہستی کا سامان کرنے والا اور پستی و بلندی کے سب رہنے والوں کا معبود اور ہر چیز کی زندگی کا پروردگار بنادیا گیا اس سے بڑھ کر بھی کسی اور شئے کا نام آفتاب پرستی ہے؟ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اس فلسفۂ نیچریت نے ڈاکٹر صاحب پر کیا اثر ڈالا اس کا بیان خود ڈاکٹر صاحب کی زبانی سُنئے۔ اسی بانگِ درا کے صفحہ ۵۰ و ۵۱ و ۵۲ پر خود اپنے متعلق ایک مولوی صاحب کا مقولہ خود اپنے لفظوں میں یوں لکھا ہے

سُنتا ہوں کہ کافر نہیں ہندو کو سمجھتا
ہے ایسا عقیدہ اثرِ فلسفہ دانی!
ہے اس کی طبیعت میں تشیع بھی ذرا سا
تفضیل علی ہم نے سنی اس کی زبانی
سمجھا ہے کہ ہے راگ عبادات میں داخل
مقصود ہے مذہب کی مگر خاک اڑانی

ان شعروں میں صاف لکھا کہ ڈاکٹر صاحب ہندوؤں کو بھی کافر نہیں سمجھتے۔ ڈاکٹر صاحب میں تھوڑی سی رافضیت بھی ہے۔ کہ حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سے افضل بتاتے ہیں۔ گانے کو عبادت سمجھتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا مقصود مذہب کی خاک اڑانا ہے۔ اور یہ سب باتیں اسی فلسفے کے اثرات ہیں۔ پھر ڈاکٹر صاحب اپنے متعلق مولوی صاحب کا مقولہ خود اپنے لفظوں میں یوں لکھتے ہیں۔

اس شخص کی ہم پر تو حقیقت نہیں کھلتی!
ہوگا یہ کسی اور ہی اسلام کا بانی!

یعنی ہم نہیں سمجھتے کہ ڈاکٹر صاحب ایسے عقائد رکھتے ہوئے کیسے مسلمان ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے اسلام کی حقیقت ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر ان سے اعتقادات کے باوجود بھی ڈاکٹر صاحب مسلمان ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے کوئی اور اسلام گڑھ لیا ہے اور وہ اپنے اسے گڑھے ہوئے اسلام کی بناء پر مسلمان ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مولوی صاحب کے ان شرعی الزاموں سے قطعًا اپنی برائت نہ کی بلکہ ان سب کا جواب صرف اسی قدر دیا کہ

گر آپ کو معلوم نہیں میری حقیقت
پیدا نہیں کچھ اس سے قصورِ ہمہ دانی!
میں خود بھی نہیں اپنی حقیقت کا شناسا
گہرا ہے مرے بحرِ خیالات کا پانی!
مجھ کو بھی تمنا ہے کہ اقبال کو دیکھوں
کہ اس کی جدائی میں بہت اشک فشانی
اقبال بھی اقبال سے آگاہ نہیں ہے
کچھ اس میں تمسخر نہیں واللہ نہیں ہے

ان شعروں میں ڈاکٹر صاحب نے صاف صاف بتا دیا کہ مولوی صاحب کے جملہ الزامات تو درست و صحیح ہیں لیکن ڈاکٹر صاحب کے خیالات و عقائد کا سمندر اس قدر گہرا ہے کہ ڈاکٹر صاحب خود بھی نہیں بتا سکتے کہ ان کے اسلام و ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ کس قسم کے مسلمان ہیں۔ یہ ہیں ڈاکٹر صاحب

پر اثرات فلسفہ دانی اور وہ بھی خود انہیں کی زبانی۔ اسی فلسفے کو سکھانے کے احسان کا اعتراف ڈاکٹر صاحب اسی بانگ درا کے صفحہ ۴۷، ۴۸، پر آرنلڈ کی یاد میں نالۂ فراق لکھ کر کرتے ہیں جس میں ایک مصرع یہ بھی ہے۔

توکہاں ہے اے کلیم ذروۂ سینائے علم

العظمۃ للہ! اس فلسفۂ نیچریت کو طور سینا سے تشبیہ دے کر ایک انگریز ڈاکٹر کو حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تشبیہ دے ڈالی۔ والعیاذ باللہ المتکبر المتعالی۔ ڈاکٹر صاحب نے کمال صاف گوئی کے ساتھ اس امر کا بھی اظہار کر دیا ہے کہ ان کو یہ نیچریت و دہریت و زندیقیت یورپ کے فرنگیوں نے سکھائی۔ چنانچہ اپنی کتاب بال جبریل کے صفحہ ۳۱ پر لکھتے ہیں۔

مجھ کو تو سکھا دی ہے افرنگ نے زندیقی!

اس دور کے ملا ہیں کیوں ننگ مسلمانی!

لیکن ڈاکٹر صاحب کو معلوم نہیں؟ کہ جس طرح یورپ کے فرنگیوں نے ان کو زندیق بنا دیا۔ اسی طرح اس دور کے بدمذہب و بے دین ملاؤں کو ابلیس ملعون نے گمراہی و بے دینی کا پیالہ پلا دیا۔ والعیاذ باللہ تبارک و تعالیٰ۔

یہ ہیں ترجمان حقیقت جناب ڈاکٹر اقبال صاحب جن کے نام پر اقبال ڈے منائے جاتے ہیں۔ اقبال ہوٹل کھولے جاتے ہیں۔ اقبال اخبار جاری کئے جاتے ہیں۔ بیرسٹر عبد القادر نے اپنے اسی دیباچہ بانگ درا کے صفحہ ل اور صفحہ م پر یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ زمانۂ قیام یورپ میں ڈاکٹر اقبال صاحب نے ایک مرتبہ ارادہ کیا وہ شاعری کو یقیناً چھوڑ دیں۔ لیکن آرنلڈ صاحب نے مجھ سے اتفاق رائے کیا اور فیصلہ یہی ہوا کہ اقبال کے لئے شاعری کو چھوڑنا جائز نہیں۔ اور جو وقت وہ اس

شغل میں نذر کرتے ہیں وہ ان کے لئے بھی مفید ہے۔ اور انکے ملک و قوم کے لئے بھی مفید ہے۔ مسلمانانِ اہلسنّت انصاف فرمائیں کہ ڈاکٹر صاحب کی یہ بولی اسلامی بولی ہے یا ان کے منہ میں ڈاکٹر آرنلڈ کی زبان بول رہی ہے؟ اور ڈاکٹر صاحب ترجمانِ حقیقت ہیں یا ترجمانِ نیچریت؟ انہیں غالی صلح کلیوں میں آج کل کے ناول نویس ہیں جو جھوٹی کہانیاں فرضی قصے گڑھ گڑھ کر لکھتے ہیں۔ اور حسن و عشق کے افسانے سنا کر نوجوانوں کے شہوانی جذبات کو مشتعل کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ کہیں شرعی اسلامی پردے پر اعتراضات جماتے ہیں۔ کہیں وہابیت و نیچریت کا زہر ملاتے ہیں۔ کہیں علمائے اہلسنّت پر قہقہے اڑاتے ہیں۔ کہیں بدمذہبوں بے دینوں سے اتحاد و وداد ان پر اعتماد، کافر سلطنتوں کے ساتھ دائمی مصلحتیں اور دوستانہ معاہدے، سلاطین اسلام پر جہاد و قتال جو محض اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے فرض ہے اسے چھوڑ کر سستی و کاہلی و عیش پرستی اختیار کر لینا، ابوالہوسیوں شہوت رانیوں میں مبتلا ہو کر احکام شریعت مطہرہ کی خلاف ورزی کرنا جو زوالِ خلافت و فنائے سلطنت اسلامیہ کے اصلی اسباب تھے ان کو چھپاتے ہیں اور حُبُّ للہ و بغض للہ کو ہی مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا سبب بتاتے ہیں۔ اسی طرح آج کل کے ماہانہ رسالے ہفتہ وار پرچے برابر صلح کلیت ہی کے پروپیگنڈے کرتے رہتے ہیں۔ ان صلح کلی لیڈروں اسپیکروں ریفارمروں ایڈیٹروں کو آیات کریمہ و احادیث مبارکہ سُنانا کیا مفید ہو سکتا ہے؟ لیکن حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ عقیدت و محبت و ارادت رکھنے کا تو تمام نیچری و صلح کلی بھی دعویٰ کرتے ہیں۔ چنانچہ خود ڈاکٹر اقبال صاحب اپنی کتاب

بالِ جبریل کے صفحہ ۲۱۱ پر حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت خوانی میں مسلمانوں کو اپنا یہ قصیدہ سُناتے ہیں۔ ؎

حاضر ہوا میں شیخ مجدّد کی لحد پر!!
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذرّوں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے!
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار!
وہ ہند میں سرمایۂ ملّت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

ہم نے اپنے اس فتوے میں تقریباً ایک مسئلے پر خود حضرت شیخ مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ الصّمدانی ہی کے نصوص قاہرہ پیش کئے ہیں۔ واللہ ولی الھدایۃ

صلح کلی فرقے کے وہ لوگ جو مسلمانوں کے مولوی بن گئے ہیں جو حقیقۃً جاہل ہیں یا پڑھ لکھ کر بحکم اضلہ اللہ علیٰ علم جاہل بن گئے ہیں وہ اپنے وعظوں میں مسلمانوں کو یوں بہلاتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو کافروں پر بھی مہربان تھے حضور علیہ وعلیٰ الہ الصلاۃ والسّلام نے تو اپنے کسی دشمن کو بھی برا نہیں کہا پھر ہم کیوں کسی کو برا کہیں۔ قرآن نے تو فرمایا ہے کہ کافروں سے کہہ دو ولکم دینکم ولی دین یعنی تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین اور یہ کہ لا اکراہ فی الدین یعنی دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں پھر ہم کسی کا رد کر کے کسی کو کافر بدمذہب کہہ کر دین کے بارے میں خواہ مخواہ اس سے کیوں جھگڑا کریں کسی کے ساتھ

۱؎ کبھی کافر کو بھی کافر نہیں کہا اور بھائی بات بھی یہی ہے کہ کافر کو کافر نہیں کہنا چاہیئے شاید وہ کسی وقت مسلمان ہو جائے۔ حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلاۃ والسلام [illegible]

ے یا مرتد ہو جائیں گے۔ اور اگر قبول
خاموش رہیں گے تو اگرچہ ان
تھا۔ لہٰذا بحکم حدیث ملعون
انھیں کے ساتھ ایک
ائد کفر وضلال پر ردّ و
گالی گلوج گرفتاری
امن وامان
بث کریم و
سے قطعاً
موافق
ا

بول کریں گے تو خود بھی بدمذہب
بت وضلالت پر ردّ و طردّ کرنے سے
کرنا ان کی قدرت واستطاعت میں
م انکم اذا مثلھم قیامت کے دن
گے اور اگر ان کے جلسوں میں ان کے عق
ہتعال ہوگا۔ لڑائی جھگڑے کے واقعے مارپیٹ
تے رونما ہوں گے تو دین وایمان کی حفاظت
ات فتنہ وفساد کا انسداد اسی میں منحصر کہ بحکم حد
ت تمام بدمذہبوں بددینوں لامذہبوں بے دینوں۔
ا ان کی صحبت ومحبت سے بالکلیہ پرہیز کریں۔ واللہ
ش واعظوں سے کون کہے کہ آیت کریمہ ادع الی سبیل
لحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن میں ہرگز ایسی
سی کا مفہوم قلب وزبان کا باہم اختلاف اور مکروفریب
بیں۔ آیت کریمہ کا ترجمہ تو یہ ہے کہ اپنے رب کی راہ کی
ت سے اور ان سے اس طریقے پر بحث کرو جو سب سے
کم مراد ہے جو حق کو واضح اور شبہات کو زائل کردے
ہیات مراد ہیں۔ بہتر طریقے سے مراد یہ ہے کہ اللہ
سے بلائیں۔ مضبوط دلیلیں جو حق کو واضح اور

ا جانے سے پرہیز کرنا تو ان کی قدرت واستطاعت

خواہ وہ کیسا ہی ہو۔ غلظت و شدت کرنا خلقِ عظیم کے خلاف اور بد خلقی ہے۔ ان صلح کلی واعظوں میں جو سب سے ہلکے ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ قرآن نے تو فرمایا ہے۔ ادع الیٰ سبیل ربك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن۔ یعنی اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے اس طریقے پر مجادلہ کر جو بہترین ہو۔

کسی فرقے کے عقائد کفریہ کا کھلم کھلا ردّ و ابطال کرنے سے لوگ مشتعل ہو جاتے ہیں ان کو نرمی و آشتی کے ساتھ سمجھا بجھا کر سچائی کی طرف پالیسی کے ساتھ لانا چاہیے۔ اب اِن شیاطینِ خرس سے کوئی اتنا کہنے والا نہیں کہ گالیاں بکنا، اشتعال انگیزی کرنا کسی مہذب اور شریف انسان کا کام نہیں۔ پھر ایک سُنّی عالمِ دین نیابت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسند پر بیٹھ کر کیوں کر گالیاں بکے گا۔ کس طرح مسلمانوں میں اشتعال انگیزی کرے گا۔ ان ھذا البھتان عظیم یہ تو کھلا ہوا بہتانِ عظیم ہی ہے۔ حق گو حضراتِ علمائے اہلسنّت کا صرف اتنا کام ہوتا ہے کہ وہ مرتدوں ملحدوں کے ناپاک اقوال کفریہ کی شناعت و خباثت خوب اچھی طرح اصولِ شریعت مطہرہ کی روشنی میں دکھا دیتے ہیں اور ان قائلین پر حکمِ شرعی صاف صاف سُنا دیتے ہیں اور طبیب کا فرضِ منصبی یہی ہے کہ وہ مریض کو اس کا اصل مرض صاف صاف بتا دے تاکہ وہ اپنے مرض کے علاج کی طرف پورے طور پر متوجہ ہو جائے۔ بد قسمتی اس بیمار کی جو اپنے شفیق و مہربان معالج کی تشخیص و تجویز کا شکریہ ادا کرنے کے بدلے الٹا اس پر مشتعل ہو جائے۔ وللہ الحجۃ البالغۃ

عوام اہلسنّت اگر بد مذہبوں لامذہبوں بد دینوں بے دینوں کی صحبتوں میں بیٹھیں گے ان کے جلسوں میں شریک ہوں گے ان کی تقریریں سنیں گے۔ تو اگر معاذ اللہ

بے دینوں کے شبہات کو زائل کر دیں۔ بدمذہبی و بے دینی سے توبہ کر لینے پر رحمتِ
الٰہیہ اور جنت کی نعمتوں کی خوشخبری سنانا اور کفر و ضلالت سے توبہ نہ کرنے پر قہرِ الٰہی
اور عذاب دوزخ سے ڈرانا یا اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نشانیوں اور دلائل کو پیش
کر کے بلانا اس کو پالیسی یا کفار و مرتدین کے ساتھ لینت اور مداہنت سے کیا علاقہ؟
اس آیت کریمہ کا خلاصۂ ارشاد تو یہ ہوا کہ روشن و مضبوط دلائل و براہین کے ساتھ کھلم
کھلا احقاقِ حق و ابطالِ باطل کرو اور اگر بالفرض کسی تفسیر کی بناء پر اس آیت کریمہ
سے کفار و مشرکین و مرتدین کے ساتھ لینت و نرمی نکلتی بھی ہو تو اس تفسیر پر یہ آیت
کریمہ آیات سیف و غلظت سے منسوخ ہو گئی کما صرح بہ ائمۃ التفسیر۔

ان گونگے شیطانوں کو کون سمجھائے کہ مسلمانوں کو کافروں سے لکم دینکم
ولی دین ۰ کہنے کا حکم آیاتِ قتال و شدت سے منسوخ ہو چکا اور انہیں آیات
مبارکہ نے بتادیا کہ لا اکراہ فی الدین کا ارشاد جس مدت کے لئے تھا اور مدت
بھی منقضی ہو گئی اور منسوخ پر عمل کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب جل جلالہ کے عطا فرمائے ہوئے علم محیط ما کان و ما یکون سے
جانتے تھے کہ فلاں کافر سے یہ نرمی کی جائے گی تو وہ مسلمان ہو جائے گا۔ فلاں کافر کے
ساتھ لینت برتی جائے گی تو وہ اسلام لے آئے گا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم اپنے علم اقدس کے مطابق بحکم الٰہی انہیں کافروں کے ساتھ لینت و رفق و ملاطفت
برتتے جو اس طرح مشرف بہ اسلام ہو جانے والے ہوتے۔ عامۂ علمائے اہلسنت کو تو
یہ علم غیب نہیں ان کے لئے یہی حکم شرعی ہے کہ جن کو دیکھیں کہ شبہات میں معاذ اللہ مبتلا
ہیں ان کے شبہات رفق و نرمی کے ساتھ زائل کرنے کی سعی کریں جن لوگوں کو غلط
فہمی یا نافہمی یا ناواقفی کے سبب مذہبِ اہلسنت سے بھٹکتا ہوا دیکھیں ان کو